حافظ منظور احمد ایم اے لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد

فلسفہ حج

موجودہ زمانے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ بتائی جاتی ہے کہ علوم وفنون کی ترقی اور جدید نظام رسل ورسائل نے بحر و بر کے ڈانڈے سے ملا دیئے ہیں اور حدِ نگاہ تک پھیلی ہوئی وسعتیں سمٹ کر ایک ہی آبادی اور بستی کی شکل اختیار کر چکی ہیں اور ساری دنیا ایک مسلسل آبادی کے محلے اور کوچے نظر آرہے ہیں لیکن کس قدر مقام حیرت و عبرت ہے کہ جس قدر زمان ومکان کی وسعتیں سمٹیں، کچھ اس سے زیادہ دل ودماغ کا تفرقہ بڑھا۔ آج انسانوں کی اس آبادی میں کس قدر بربریت، سفاکی اور انسانی خون کی ارزانی کا دَور دَورہ ہے۔ عالمی طاقتیں کس طرح دست وگریباں ہیں اور وحشی درندے کی طرح پسماندہ ممالک اور اقوام کو نوچ رہی ہیں۔ امن کے نام پر کیسے کیسے انسانیت سوز ڈرامے کھیلے جا رہے ہیں۔ مادی وسائل کی کمی بیشی رنگ ونسل کے فرق اور خود ساختہ امتیازات نے مخلوق الٰہی کو کس طرح متحارب گروہوں میں بانٹ کر باہم دست وگریباں کر دیا ہے جسے دیکھ کر بے ساختہ یوں ہی کہنا پڑتا ہے۔

دل کی بستی سونی سونی نگر نگر آباد
اُجڑے گھر آباد ہوں یارب اجڑے گھر آباد

آہ یہ انسانوں کی بستی آہ کہاں انسان
چلتے پھرتے سایوں سے ہیں بام ودر آباد

لیکن آج سے ٹھیک چودہ سو سال پہلے جب دنیا موجودہ زمانے کے تمام وسائل قرب واجتماع سے یکسر محروم تھی اس وقت بحیرہ احمر کے کنارے ریگستانِ عرب کے عین وسط میں حجاز کے چٹیل اور بے زراعت زمین میں ایک صدا بلند ہوئی جس کی تاثیر نے دلوں کو کھینچا اور اس کے انداز بیان نے دلوں کو موہ لیا لیکن اس کو سننے میں ہوش وحواس قائم نہ رہ سکے۔ بقول حالیؔ ؎

یہ راعی نے جب للکار کر پکارا
یہ سنتے ہی مضطر آگیا گلہ سارا

یہ پکار کیا تھی؟ دراصل یہ خدائے دوجہاں کا ازلی وابدی پیغام تھا جو دنیا کی سب سے آخری اُمت کو سونپا اور سنایا جا رہا تھا۔ یہ اس پیغام کا کرشمہ تھا جس نے خود ساختہ اور فرضی امتیازات کے بُت

پاش پاش کر دیئے اور مخلوقِ خدا کو توہم پرستی اور بت پرستی کے بھنور سے نکال کر ایک ایسی عظیم بارگاہ میں لا کر کھڑا کر دیا جہاں شاہان کج کلاہ فخر سے سر جھکاتے ہیں۔ بقول شیخ سعدیؒ ؎

سر پادشاہانِ گردن فراز　　بدرگاہ او سر بر زمین نیاز

کالے کو گورے کے ساتھ، فقیر بے نوا کو بادشاہ کے ساتھ اور غلاموں کو آقا کے ساتھ ایک ہی صف میں اور ایک ہی لباس اور وضع میں بارگاہِ ایزدی میں کھڑا کر دیا۔ جہاں سے کوئی خالی ہاتھ اور نامراد نہیں پلٹتا۔ جس کی نیاضی کے سامنے حاجتوں کا دامن تنگ ہے جہاں ہر وقت یہ صدا گونجتی رہتی ہے۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ　　گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست　　صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

مقدس یادگاروں کی جگہ

یہ ارض پاک ہے جو لاتعداد مقدس یادگاروں کا گہوارہ ہے جس کی زیارت سے روحانی بالیدگی اور باطنی غذا ملتی ہے۔ آبِ زم زم آج بھی مردانِ راہ خدا کے دلوں کو سیراب کر رہا ہے۔ کوہِ صفا کی چوٹیاں آج بھی گردنیں بلند کی ہوئی ہیں۔ مذبح اسماعیلؑ آج بھی حجاج کی قربانیوں سے رنگین ہے مشاعر ابراہیمؑ آج بھی قائم ہیں۔ میدانِ عرفات کی حدود میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی ہے۔ اصحابِ صُفّہ کا عظیم مشن آج بھی سرگرم عمل ہے۔ مدینۃ الرسولؐ سے کوئی چار یا پانچ کوس کے لگ بھگ جامعہ اسلامیہ کی سر بفلک بلڈنگ ہر آنے جانے والے کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ یہ اصحابِ صفہ کی دانش گاہ کا حالیہ روپ ہے۔ جہاں ہزاروں تشنگانِ علم اطراف و اکناف عالم سے کشاں کشاں چلے آ رہے ہیں اور حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیش گوئی کہ :۔

"لوگ دُور دراز مقامات سے تمہارے پاس حصولِ علم کے لئے آئیں گے۔ اس وقت تمہارا فرض ہوگا کہ ان کی خاطر و مدارات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا۔"

کے مطابق ہر ممکن سہولت اور آرام پاتے ہیں تاکہ یہ مہمانانِ رسولؐ خاطر جمعی کے ساتھ علوم اسلامیہ میں جو وقت کی اہم ضرورت اور تقاضا ہے۔ رسوخیت اور کمال پیدا کر سکیں۔ پھر فارغ ہوتے ہی حسب ضرورت ان اصحابِ علم کو اپنے اپنے ممالک یا جہاں ان کی خدمات کی اشد ضرورت ہو عین ارشاد الٰہی کے مطابق :۔

فلولا نفر من کل فرقۃ طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم

متعین کر دیا جاتا ہے ۔ در اصل ہادیٔ اسلام کا مشن تھا جسے بعد میں صحابہؓ نے اپنے سوز دروں سے پروان چڑھایا ؎

شدیم خاک لیکن بوئے تربت ما　　　توان شناخت کزیں خاک مردمے خیزد

اس ارض پاک میں حضرت خلیل اللہ کی یادگاریں سب سے نمایاں اور مرجع خلائق ہیں جن کی زیارت کا احکام حج اور فلسفہ حج سے چولی دامن کا ساتھ ہے ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آبائی وطن عراق تھا ۔ جہاں آپ اپنے اعزہ و اقارب اور اصدقاء و احباب کے ساتھ رہتے تھے ۔ یہ لوگ زیادہ تر ستارہ پرست تھے ۔ جب آپ نے دعوت الٰہی کا آغاز کیا تو یہ لوگ بگڑ گئے ۔ حالات کو ناگوار پاکر ترکِ وطن کے لئے تیار ہوئے ۔ چنانچہ شام اور مصر سے ہوتے ہوئے اس جگہ پہنچے جہاں مکہ معظمہ آباد ہے ۔ آپ کی زندگی کڑی آزمائشوں کا ایک مرقع ہے لیکن آزمائش کی آخری صبر آزما کڑی حضرت اسماعیلؑ کو راہِ خدا میں پیش کرنا تھا ۔

حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کا واقعہ

قرآنِ کریم نے صبر و ابتلاء کے اس انتہائی صبر آزما واقعہ کو یوں بیان کیا ہے :۔

قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۔ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ وَنَادَيْنَاهُ يَا إِبْرَاهِيمُ ۔ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا ۚ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۔ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۔ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝

" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ۔ اے بیٹے ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں ۔ سو دیکھ لو ۔ تمہارا کیا ارادہ ہے ۔ حضرت اسماعیلؑ بولے ۔ اے ابا جان ! جو تمہیں حکم ہوا ہے ۔ اس پر عمل کیجئے ۔ انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے ۔ پس دونوں جھک گئے ۔ باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹایا اور ہم نے پکارا ۔ اے ابراہیم ! آپ نے خواب سچا کر دکھایا ۔ ہم نیکوں کو یونہی جزا دیتے ہیں بے شک یہ واضح آزمائش تھی ۔ ہم نے اس کا فدیہ ذبح عظیم کے ساتھ دیا اور اس کا ذکر بعد میں آنے والوں میں رکھا ۔ حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے خوب کہا ہے ؎

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی　　سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

قرآن عزیز کے علاوہ تورات میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا ذکر ہے۔ دیکھئے پیدائش میں ہے۔

"تب خداوند نے ابراہیم کو دکھلائی دے کر کہا کہ یہی ملک میں تیری نسل کو دوں گا اور اس نے وہاں خداوند کے لیے جو اس پر ظاہری ایک مذبح بنایا" لہ

معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام وقتاً فوقتاً قربانی ذبح کیا کرتے تھے اور اغلب یہ ہے کہ ہر سال قربانی کرتے ہوں گے۔ کیونکہ پہلی مرتبہ قربانی بیٹے کی قربانی کی صورت میں آئی۔ اس کے بعد جانوروں کی قربانی اس کی یادگار کے طور پر ادا کی جاتی رہی۔ آج اُمت مُسلمہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت کے طور پر ادا کرتی ہے چنانچہ ابوبکر اُندلسی لکھتے ہیں:-

"اما القلائد یعنی ما علق علی اسنمۃ الھدایا علامۃ علی انہا للہ سبحانہ وھی سنۃ ابراھیمیۃ بقیت فی الجاھلیۃ"

(لیکن ہار پس یہ ھدایا یعنی جانوروں کی کوہانوں پر ڈال دیئے جاتے تھے اس بات کی علامت بنا کہ یہ جانور اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور یہ ابراہیمی یادگار تھی جو جاہلیت میں بھی باقی رہی)

حج کی حقیقت

حج کی حقیقت خدا کی رحمتوں اور برکتوں کے خاص مقام میں حاضری اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح خدا کی دعوت پر لبیک کہنا اور اس عظیم الشان قربانی کی رُوح کو زندہ کرنا اور احکام الٰہی کے سامنے سر جھکانا اور فرمانبرداری اور اطاعت کیشی کے معاہدے کو اس طرح بجا لانا جس طرح ہزاروں برس پہلے بجا لایا گیا تھا یہی باطنی احساس اور رُوح ہے جسے حجاج ان بزرگوں کے مقدس اعمال اور قدیم دستور کے مطابق اپنے عمل اور کیفیت سے ظاہر کرتے ہیں۔ تمدن کے اس دور کی طرح بن سلے کپڑے اور سادہ لباس زیب تن کر کے اور اپنے آپ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح نذر کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ احرام کے زمانے میں سر کے بال منڈوانا اور ترشوانا جائز نہیں ہے۔ دنیا کی عیش و عشرت سے بہت حد تک پہلو تہی کرتے تھے۔ نہ خوشبو لگاتے ہیں اور نہ ہی اور کوئی آرائش کی چیز استعمال کرتے ہیں حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی طرح تین دن کے گرد و غبار میں اَٹے ہوئے خدا کے گھر میں آتے ہیں۔ تین ہزار برس پہلے کا ترانہ ان کی زبانوں پر ہوتا ہے بس یہی حج کی حقیقت ہے اور یہی اس عظیم الشان عبادت کے مراسم اور ارکان ہیں

لہ پیدائش: باب ۱۲ - درس ۷

مقاصد حج

۱۔ خانہ کعبہ ہماری مرکزیت کی رمز ہے۔ اس دنیا میں عرش الٰہی کا سایہ اور اس کی رحمتوں کا مرکز ہے یہی وہ منبع ہے جہاں سے حق پرستی کا چشمہ اُبلا اور اس نے تمام دنیا کو سیراب کیا یہ رُوحانی علم و معرفت کا مطلع ہے جس کی کرنوں نے زمین کے ذرّے ذرّے کو درخشاں کیا۔ یہ وہ شیرازہ ہے جس میں ملّت کے تمام افراد بندھے ہوئے ہیں۔ حالانکہ وہ مختلف اقلیموں اور ملکوں میں بستے ہیں اور مختلف بولیاں بولتے ہیں اور مختلف تمدّنوں میں زندگی بسر کرتے ہیں مگر وہ سب کے سب ان دنوں میں اختلافات کو پس پشت ڈال کر ایک ہی لباس و وضع میں ایک قوم بلکہ ایک ہی خاندان کے افراد بن جاتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے گرد چکر لگاتے ہیں اور ایک ہی قبلہ کو اپنا مرکز جانتے ہیں۔ یہ وحدت کا وہ رنگ ہے جو تمام مادی امتیازات کو مٹا دیتا ہے۔ یہ اسی مرکزیت کا اثر ہے کہ عام مسلمان جو اپنے اپنے ملکوں میں اپنے اپنے حالات میں گرفتار رہتے۔ دور دراز کا سفر طے کر کے اور ہر قسم کی سختیاں جھیلتے ایک جگہ پر جمع ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے مشاغل اور مسائل کو سمجھنے کی صدق دل سے کوشش کرتے ہیں جس سے باہمی اُلفت اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اتحاد اسلامی کے مقدس مشن کو غذا ملتی ہے۔

۲۔ حج کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ جامع عبادت ہے۔ اگرچہ کہنے کو ایک عبادت ہے مگر اس میں ہر عبادت اور ہر نیکی کی رُوح موجود ہے۔ حج نماز بھی ہے۔ اس لئے نماز کی رُوح اور خلاصہ ذکر الٰہی ہے۔ حاجی بھی زمانۂ حج میں ہر وقت محوِ ذکر الٰہی ہوتا ہے اور گناہوں سے کنارہ کشی کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ایسے مقدس مقامات کی زیارت کرتا ہے جو اس کے اظہار عبدیت کو اُبھارتے ہیں۔ حج، زکوٰۃ بھی ہے۔ اس لئے کہ مالی قربانی کے بغیر حج ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ زکوٰۃ کی حقیقت، اس کے سوا کچھ نہیں کہ انسان رضائے الٰہی کے لئے اپنا مال صرف کرے۔ حج روزہ بھی ہے۔ روزہ میں جنسی اختلاط اگر دن کے وقت منع ہے تو حج میں رات کو بھی اس کی اجازت نہیں ہے۔ حج میں اگرچہ کھانے پینے کی ممانعت نہیں لیکن زیب و زینت کے استعمال پر سخت پابندی ہے۔ خواہشاتِ نفسانی پر کنٹرول کی مشق جس طرح روزہ میں ہوتی ہے۔ حج میں اس سے کچھ زیادہ کی جاتی ہے۔

اگر مراسم و ارکانِ حج کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ عبادت الٰہی کا کوئی ایسا جذبہ نہیں جو حج میں لہریں نہ لے رہا ہو۔ خصوصًا جذبۂ جہاد جو بندگی کا معراج کمال ہے۔ وہ مراسم حج میں اس طرح سمو دیا گیا ہے کہ پورا حج جہاد کی علامت نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب عورتوں نے جہاد میں

شرکت کی اجازت چاہی تو فرمایا " تمہارا بہترین جہاد حج ہے "

۳۔ ظہور اسلام سے پہلے حج کے ایام ایک تجارتی میلے کی حیثیت رکھتے تھے۔ اسلام نے بھی اسے برقرار رکھا۔ یہ دعائے ابراہیمؑ کا مصداق اور اس بنجر اور بے زراعت زمین میں بسنے والوں کا زندگی کا سامان بنے۔ اسلام کے بعد تمام مسلمان حج کے لئے اس ارضِ پاک میں آنے لگے۔ چنانچہ سال کے دو تین مہینوں میں یہاں کے رہنے والے اس قدر کما لیتے تھے کہ وہ سال بھر کے لئے کافی ہوتا۔ جب کوئی قافلہ مکہ سے مدینہ جاتا تو اِدھر اُدھر کے بدّو اپنے پھل اور پیداوار لے کر آجاتے۔ اور اس خرید و فروخت سے اپنی زندگی کا سامان حاصل کرتے۔ تمام حاجی اشیائے ضرورت مکہ اور آس پاس سے حاصل کرتے اور اس کا معاوضہ ادا کرتے اور یہی زر معاوضہ ان کی روزی کا سامان بن جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حج کا ایک صریح مقصد تجارت اور حصول رزق بھی قرار دیتا ہے

" ولا آمین البیت الحرام یبتغون فضلاً من ربھم "[1]

(اور انہیں مت ستاؤ جو ادب والے گھر کے قصد سے جا رہے ہیں اپنے پروردگار کا فضل اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے یعنی ان کے مال و اسباب کو لوٹنا ہرگز جائز نہیں)

۴۔ حج ساری اخلاقی پاکیزگی کا سبب بھی بنتا ہے۔ حج سے ذمہ داریوں کا احساس بڑھ جاتا ہے۔ حج اس وقت فرض ہوتا ہے جب اہل و عیال کے نفقے سے کچھ رقم بچتی ہے نیز عام طرز زندگی میں انسان اپنے سینکڑوں دشمن پیدا کرتا ہے۔ لیکن جب وہ بارگاہِ ربانی میں جانے کا ارادہ باندھتا ہے تو بری الذمہ ہو کر جانا چاہتا ہے۔ اوّل اپنے سینے کو ہر قسم کی آلائشوں سے صاف کرتا ہے۔ پھر اگر اس کی کسی کے ساتھ ناراضگی ہو تو اس کی خوشنودی کے لئے پیش قدمی کرتا ہے۔ قرض خواہوں کا قرض ادا کرتا ہے۔ اس طرح ساری معاشرتی، اخلاقی اور روحانی اصلاح کا ذریعہ بنتا ہے۔

---

[1] سورۂ مائدہ : آیت ۱